رجسٹرڈ نمبر ۹۲۲

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ، دو آنہ | چندہ سالانہ، دو روپیہ

جلد ۸	۱۵ رمئی سنہ ۱۹۵۰ء	ایڈیٹر:- قاضی عبدالغفار	۲۶ رجب سنہ ۱۳۵۹ھ	نمبر ۱۰

کچھ اپنی باتیں
تعلیم کے مرکزی ایڈوائزری بورڈ کی سفارشیں

دہلی میں دو دن اس مرکزی ادارہ کا اجلاس ہوا جس میں یونیورسٹیز کمیشن کی رپورٹ پر غور کیا گیا۔

جہاں تک سرکاری زبان کی ترقی کا سوال ہے ظاہر ہے کہ بورڈ کے فیصلے کے متعلق کسی حلقے میں بھی کوئی اختلاف پیدا نہیں ہو سکتا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق بورڈ نے طے کیا کہ "قومی زبان یعنی ہندی" کو دستور کی ہدایات کے مطابق ترقی دی جائے۔ اس نے یہ بھی سفارش کی کہ بین الاقوامی فنی اور سائنٹفک اصطلاحوں کو اختیار کیا جائے اور جو الفاظ ہندی میں شریک کئے جائیں انہیں اچھی طرح سرکاری زبان میں جذب کر لیا جائے اور ان کے تلفظ کو ہندستانی زبان کے صوتی اصولوں کے سانچے میں ڈھال لیا جائے۔

بورڈ نے اس سفارش کو بھی قبول کر لیا کہ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ انگریزی کے بجائے کوئی ہندستانی زبان ہو اور سکنڈری اور یونیورسٹی کی تعلیم میں علاقہ واری زبان کی تعلیم بھی دی جائے اور یہ کہ فیڈرل زبان ایک ہی رسم الخط یعنی دیوناگری اختیار کرے۔ بورڈ نے یہ سفارش بھی منظور کر لی کہ سائنٹفک اصطلاحوں کے بنانے کے لئے ماہرین کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے اور یہ اصطلاحیں ہندستان کی تمام زبانوں میں استعمال کی جائیں۔

جہاں تک ہندی زبان کو پھیلانے اور زیادہ عام کرنے کا سوال ہے بورڈ نے حسب ذیل ۶ طریقے اختیار کرنے کا فیصلہ کیا:۔

(۱) سستی مگر خوبصورت کتابوں کی اشاعت۔
(۲) ہندی سکھانے کے لئے گراموفون ریکارڈ۔
(۳) اسکولوں سے ہندی کے سبقوں کو ریڈیو کے ذریعہ سے نشر کرنے کا انتظام۔
(۴) ایسے فلم بنانا جن سے ہندی کا پرچار ہو۔
(۵) ملازمین کے لئے ہندی کی اعلیٰ قابلیت کی بنا پر انعامات اور
(۶) ملازمت کے امتحان مقابلہ میں ہندی کا امتحان۔

ہمیں یقین ہے کہ بورڈ اور حکومت اور دوسرے ادارے ہندی پرچار کے لئے ان ذریعوں کو زیادہ سے زیادہ استعمال کریں گے اور ظاہر ہے کہ انہیں بڑی حد تک کامیابی ہوگی ــــ لیکن ــــ یہ "لیکن" بہت اہم ہے ــــ کامیابی کی شرط یہ ہے کہ جس ہندی زبان کا پرچار کیا جائے وہ

نہ تو خالص سنسکرت ہو اور نہ ایسی مشکل ہو کہ خود ہندی سے لاکھوں اور کروڑوں پریمی اُسے نہ سمجھ سکیں۔ بورڈ نے ہندی پرچار کے ذرائع پر غور کرتے وقت اس بات پر غور نہیں کیا (اخباری اطلاعات سے تو کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے) کہ ہندی کو زیادہ عام پسند بنانے اور تمام ملک میں پھیلانے کے لئے اُسے آسان اور عام فہم بنانا بھی ضروری ہے۔ یقیناً بورڈ کے اراکین کو معلوم ہوگا کہ اس وقت رجحان دوسری طرف ہے۔ جدید دستوری اصطلاحوں کی فرہنگ اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ باہر کے الفاظ کو جذب کرنے کا اصول نہ صرف نظر انداز کیا جا رہا ہے، بلکہ اُس کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ فنی اور سائنٹفک اصطلاحوں کے متعلق بورڈ نے جو رائے ظاہر کی ہے وہ اُس تجربہ کی روشنی سے محروم ہے جو دستوری اصطلاحات کے متعلق حال ہی میں حاصل ہو چکا ہے۔

ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ بورڈ کو سرکاری زبان کے متعلق اس قسم کے فیصلے کرنے کا کوئی اختیار حاصل تھا یا نہ تھا لیکن یہ بات تو کھلی ہوئی ہے کہ اس مسئلہ پر بورڈ اپنی کوئی سفارش یا اپنا کوئی مشورہ یقیناً پیش کر سکتا تھا — اگر کسی اور وجہ سے نہیں تو صرف اس وجہ سے کہ سرکاری زبان کی ترقی کی راہ میں سنسکرت کا ضرورت سے زیادہ دباؤ سخت رکاوٹیں پیدا کر رہا ہے۔ اگر بورڈ کے فاضل اراکین اس اصولی اور بنیادی سوال کو نظر انداز نہ کرتے تو وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ ہندی زبان کو مشکل بنا کر اُس کی ترقی کو نہ روکا جائے۔ وہ ماہرین کی کوئی کمیٹی اس بات کا فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کر سکتے تھے — یا حکومت سے کسی ایسی کمیٹی کے مقرر کرنے کی سفارش کر سکتے تھے — کہ عوامی زبان کی حیثیت سے ہندی زبان کا معیار کیا ہو — وہ ہو جس کے سانچے میں دستوری اصطلاحیں ڈھالی گئی ہیں، یا وہ ہو جو عوام کی اکثریت کا ہے۔ یہ حقیقت نظروں کے سامنے ہے کہ بول چال کی عام ہندی کو اب اس شدت کے ساتھ سنسکرتایا جا رہا ہے کہ یہ نئی زبان عوام سے دور ہوتی جا رہی ہے اگر قانون یا حکومت کی طاقت سے اس قسم کی دوغلی ہندی کو عوام کے حلق کے نیچے اُتارا گیا تو یہ تجربہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا اور چند سال کے بعد اس جدید زبان کے علمبرداروں کو معلوم ہوگا کہ اُنہوں نے قوم کا بہت روپیہ اور بہت وقت اپنی اس ضد پر ضائع کر دیا ہے۔ اس وقت تک تعجب نہیں کہ عوام کی بددلی اتنی زیادہ ہو جائے کہ وہ پہلے سے زیادہ انگریزی زبان کی طرف جھکنے لگیں۔

ہندی کیا ہے اور کیا ہونی چاہئے اس کے متعلق اگر ہمارے بعض نیتا بُرا نہ مانیں تو ہم ایک دفعہ پھر مہاتما گاندھی کے چند الفاظ (ہزاروں میں سے چند) نقل کر دیں۔ مہاتما جی نے لکھا تھا:۔

> ہندی بھاشا میں اُسے کہتا ہوں جسے اُتر میں ہندو اور مسلمان بولتے ہیں اور جو دیوناگری اور اُردو لکھاوٹ میں لکھی جاتی ہے۔ اس تعریف کے متعلق تھوڑا اختلاف پایا گیا ہے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ہندی اور اُردو الگ بھاشائیں ہیں۔ یہ دلیل ٹھیک نہیں۔ ہندوستان کے اُتری حصہ میں مسلمان اور ہندو دونوں ایک ہی بھاشا بولتے ہیں۔ فرق صرف پڑھے لکھوں نے پیدا کیا ہے۔ یعنی پڑھے لکھے ہندو ہندی کو سنسکرت بھری بنا ڈالتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سے مسلمان اُسے سمجھ نہیں پاتے۔ لکھنؤ کے مسلمان بھائی فارسی لدی اُردو بول کر اُسے ایسی شکل دے دیتے ہیں کہ ہندو نہیں سمجھ سکتے، یہ دونوں غیر زبانیں ہیں اور عام جنتا کے بیچ اُن کی کوئی جگہ نہیں......
>
> .... اُتری ہندوستان میں جس بھاشا کو وہاں کے لوگ بولتے ہیں اُسے آپ چاہے اُردو کہیں چاہے ہندی بات ایک ہی ہے۔ اُردو لکھاوٹ میں لکھ کر اُسے اُردو کے نام سے پہچانئے اور اُن ہی فقروں کو ناگری میں لکھ کر اُسے ہندی کہہ لیجئے.........

سیدھے سادے چالو شبدوں کی جگہ سنسکرت شبد رکھنے یا شبدوں کو سنسکرت کا روپ دینے کا

بناوٹی طریقے سے شک بڑھتے ہیں ....

جو رنگ سنسکرتائی ہوئی ہندی کا اس وقت ہے اُس کے متعلق مہاتما جی پہلے ہی بار بار کہہ رہے تھے کہ جو لوگ "ایسی ہندی لکھتے ہیں جس کو اتر بھارت کے بہت ہی کم لوگ سمجھ سکتے ہیں" اُن کے متعلق جو شکایت زبان کو بگاڑنے کی کی جائے وہ بیجا نہیں۔ مہاتما جی کی رائے ہیں۔

"جانسن کی بھاشا کی طرح یہ کوشش ضرور ہی ناکام ہونے والی ہے"

اس زمانہ میں جب لوگوں کو مہاتما جی کا نام تو یاد ہے مگر کام یاد نہیں رہا' ان الفاظ کو دُہرانا ایک بیکار سی بات ہے تاہم اس بات کے بتا دینے میں کچھ ہرج نہیں کہ زبان کی صورت جس طرح آج بگاڑی جا رہی ہے اُس کا اندیشہ مہاتما جی کے دل میں برسوں پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ وہ اندیشہ آج اپنی بھیانک شکل میں ہمارے سامنے ہے اور کچھ بیجا نہیں اگر ہم نے یہ توقع کی کہ زبان اور تعلیم کے ماہروں کی ایسی معزز جماعت (مرکزی بورڈ) اس خطرہ کے انسداد کی کوئی فکر کریگی۔

ہم ملک کے ہندوؤں اور مسلمانوں سے بار بار کہہ چکے ہیں کہ وہ علاقہ داری یا زبان کے اختلاف سے پیدا ہونے والے تعصبات سے اپنا دامن بچا کر سرکاری زبان کے سیکھنے اور اُس کا پرچار کرنے میں پورا پورا حصہ لیں۔ لیکن ہم انہیں یہ مشورہ نہیں دے سکتے کہ وہ ملک کے کم نظر قدامت پرستوں کی اس ضد کا مقابلہ نہ کریں جو خود ہندی زبان کو سخت نقصان پہنچا رہی ہے۔

ملک کے تمام مخلص قوم پرستوں' زبان کے وسیع النظر ماہرین اور سب سے زیادہ حکومت سے ہم اپیل کرتے ہیں کہ ہندی زبان کو اس رجعت پسندی سے بچایا جائے اور عوام کی زبان کو اُسی حالت میں محفوظ کیا جائے جس حالت میں وہ گزشتہ صدیوں میں کروڑوں انسانوں کے آپس کے میل جول اور اظہار خیال کا ذریعہ بنی رہی ہے —— ہمارے تصور میں آزادی کے معنے پیچھے ہٹنے کے نہیں ہیں' صرف آگے بڑھنے کے ہیں!۔

مدرسے قایم کرو

اُردو زبان کے پریمی ہم سے دریافت کر رہے ہیں کہ وہ اس زبان کو موجودہ حالات میں محفوظ رکھنے کے لئے کیا تدبیریں اختیار کریں۔ پہلی تدبیر جس کو اختیار کرنے کا ہم مشورہ دیں گے یہ ہے کہ انجمن کی شاخیں اور دوسرے ادارے اور اُردو سے محبت کرنے والے لوگ اپنے اپنے حلقہ میں چھوٹے بڑے مدرسے اور مکتب قایم کریں جن میں نہ صرف بچوں کو بلکہ بالغوں کو بھی اردو پڑھانے کا انتظام کیا جائے۔ اردو زبان میں نمو کی طاقت اتنی ہے کہ تھوڑی سی کوشش سے بڑے بڑے نتیجے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

جب ہم کوئی ایسا مشورہ دیتے ہیں تو اکثر عذر یہ ہوتا ہے کہ روپیہ اور سرمایہ کہاں سے آئے۔ ہمیں چمچوں سے کھلانے کا اصول انگریز نے اپنی سیاسی مصلحتوں کے تحت اختیار کیا تھا اور ہم اس سہارے کے اس قدر عادی بنا دئے گئے تھے کہ آج ہمارا آسان سے آسان کام بھی اس اندیشہ سے مشکل نظر آنے لگتا ہے کہ روپیہ کہاں سے آئے گا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہماری اکثریت نہ صرف خوشحال نہیں ہے بلکہ تنگدست ہے۔ ملک کے معاشی حالات نے ہمیں پست کر دیا ہے اور ہمارے بہت سے قومی کام سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے کامیاب نہیں ہوتے۔ لیکن اوّل تو ہم یہ کہیں گے کہ ایسے کاموں کے لئے سرمایہ کے ذرائع ابھی باقی ہیں' یہ دوسری بات ہے کہ اُن کو ہم منظم نہیں کر سکے اور اپنے قابو سے باہر پاتے ہیں۔ اوقاف اور زکوٰۃ کا ایک بڑا سرمایہ ضائع جا رہا ہے اور غلط طریقوں سے ضائع کیا جا رہا ہے' ہمیں یقین ہے کہ اگر عوام کی طرف سے کوئی آواز اُٹھے تو آزاد ہندوستان کی قومی حکومت ان ذرایع کی تنظیم اور اُن کے بہتر انتظام کے لئے قانون بنا کر ہماری مدد کر سکتی ہے۔

لیکن اس وقت جو بات پیش نظر ہے اور جو منزل ہمارے سامنے ہے اُس میں روپیہ سے بہت زیادہ ارادے اور کوشش کا سرمایہ درکار ہے۔ اُردو کی حد تک ہم کو

گھر ایسے ہیں جہاں لڑکے اور گھر کے مالک اگر چاہیں تو فرصت کے اوقات میں ایک گھنٹہ روز اپنے حلقہ کے لوگوں کو اُردو پڑھانے میں صرف کرسکتے ہیں۔ ایسا کرنے کے لئے نہ کسی سرمایہ کی ضرورت ہے، نہ چندے کی اور نہ حکومت کی امداد کی۔

ہمارا تجربہ یہ ہے کہ اس کام میں سوائے نیک ارادے اور نیت کے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اگر ایک شخص چار آدمیوں کو بھی ہر مہینے صرف حرف شناس بنا دے تو وہ جیت اُردو کی ہے۔ شبینہ مدرسوں میں بڑا کام ہوسکتا ہے اگر ہر محلے کے دو چار پڑھے لکھے یہ ارادہ کرلیں کہ یہ کام تو ہمیں کرنا ہی ہے۔ اس کام کا نمونہ جامعہ ملیہ کے اُس شعبہ کی جد و جہد ہے جو وہ دہلی کے اطراف میں تعلیم بالغان کے لئے کرتا رہا ہے۔

جو احباب ہمارا مشورہ چاہتے ہیں اُن کو ہم صرف اتنی ہی بات کہیں گے کہ اس قسم کا کام شروع کرنے کے لئے اس بات کا انتظار نہیں کیا جاتا کہ سرمایہ کی کوئی تھیلی کہیں سے آجائے گی یا ہمدردوں کے دو چار منی آرڈر وصول ہو جائیں گے تب کام شروع ہوگا۔ ایسا کام تو شروع ہونے کے بعد خود اپنے راستے پیدا کرتا ہے اور سرمایہ کی ضرورتیں بھی پوری ہونے لگتی ہیں۔ شبینہ مدارس کا کام کسی بڑے سرمایہ کا محتاج نہیں اور چلتے ہوئے کام کی مدد کرنے والے خود ہی آگے آجاتے ہیں۔ لیکن اسکیمیں سوچنا اور اس انتظار میں بیٹھے رہنا کہ غیب سے کوئی سامان ہو جائے تو ہم کروٹ لیں زندگی کی علامت نہیں ہے۔

ہم تمام دوستوں سے کہتے ہیں کہ اگر اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ اردو زبان کو زندہ رہنا چاہیے تو وہ اپنے کام کے ایک حقیر آغاز کو حقیر نہ سمجھیں۔ ہماری بعض شاخوں نے اس کام کو شروع کر دیا ہے لیکن بہت سے ادارے جو پہلے اس میدان میں کام کر رہے تھے ۴۷ء کے ہنگامہ کے بعد ختم ہو گئے ہیں، اُن کو از سرِ نو زندہ کرنا ہے اگر مخلص اور قابل اعتماد لوگ آگے آئیں تو کوئی وجہ نہیں کہ باوجود اپنی ابتدائی مشکلات کے مرکزی انجمن بھی اُن کی کچھ نہ کچھ مدد نہ کرے۔

ہمیں معلوم ہے کہ بعض گوشوں میں مکتب اور مدرسے قائم کرنے کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے، لیکن تحریک کمزور ہے۔ اور اُس کی کمزوری کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ خود اُردو کے حامیوں کے طبقے میں قدیم کام کرنے والوں اور نوجوان کام کرنے والوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا نہیں ہوتی، ایک طرف "جمود" اور "احتیاط" اور "اعتدال" کا تصور ضرورت سے زیادہ آرام طلب ہے اور دوسری طرف نوجوان کام کرنے والوں کا کام تجربہ اور توازن کے ضروری شرطوں کا پابند نہیں ہو سکا ہے موجودہ حالات میں ان دونوں کا مل کر ایک راستے پر چلنا ضروری ہے اور یہ ممکن ہے اس لئے کہ دونوں فریقوں کے درمیان مشترک چیزیں موجود ہیں۔ زبان کی اشاعت اور ترویج کی بہت سی تدبیریں ایسی ہیں جنہیں دونوں پسند کرتے ہیں اس طرح اگر اختلاف کے عناصر سے قطع نظر کرکے کوئی مشترک مرکز پیدا کرلیا جائے تو ہمارے کام کی ابتدائی منزلوں کا طے ہونا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ ڈیڑھ اینٹ کی مسجدیں بنانے کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ زبان کے حامیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی کوششوں کو ایک نقطہ پر سمیٹ لیں۔

مدرسوں اور مکتبوں کا کام کسی جماعت کے لئے اختلافی کام نہیں ہے اس لئے اگر اس تحریک میں پرانے اور نئے کام کرنے والے ہم آواز اور متحد ہو جائیں تو آگے بڑھنے کا راستہ صاف ہو جاتا ہے۔ ہم تمام دوستوں اور مخلصوں سے کہتے ہیں کہ عوامی زبان کی حیثیت سے اُردو کی تحریک کا پہلا قدم مکتبوں اور مدرسوں کا قائم کرنا ہے جو احباب یہ بھی نہیں کرسکتے وہ کچھ بھی نہ کرسکیں گے۔

ہلکے ہلکے اشارے

کانگریس کے صدر ڈاکٹر سیتا رامیا نے اپنی ایک تقریر میں "لسانی یگانگت" کا یہ نسخہ تجویز کیا کہ ملک کی بارہ زبانوں کا لٹریچر ایک دوسرے میں منتقل کردیا جائے۔

ہم سوچ رہے ہیں کہ "لسانی وحدت" کا سوال زیادہ اہم ہے یا "لسانی یگانگت" کا!

حیدرآباد کی حکومت نے حکم دیا ہے کہ اُس کے ملازمین تین مہینوں کے اندر انگریزی زبان سیکھ لیں —— معاصر پیام نے اس خارج از بحث سوال پر بحث کرنے میں اپنا

وقت ضائع کیا ہے، وہ سوال کرتا ہے کہ تین مہینوں میں یہ لوگ انگریزی زبان سیکھ بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ پھر وہ "سیدھی سادی اُردو یا ہندی کو چھوڑ کر ایک مشکل اجنبی زبان کی جانب رجعت قہقری کے ناروا عمل" سے بہت خفا ہو کر اپنی یہ رائے پیش کرتا ہے کہ

"دفتری زبان کی حیثیت سے مروجہ زبان کو ترک کرکے ایک ایسی زبان کو سیکھنے کا حکم دینا جو کبھی بھی یہاں کے رہنے بسنے والوں کے لئے مانوس اور قابلِ قبول نہ بن سکی ایک ایسا غیر جمہوری اقدام ہے جسے کسی صورت میں بھی گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ اُردو سے ہندی کی جانب بڑھنا تو سمجھ میں بھی آ سکتا ہے اور لوگ اُسے بہرحال گوارا بھی کر سکتے ہیں لیکن اُردو سے انگریزی کی "غلامانہ فضا" کی طرف لوٹنے کا عمل ہر قسم کی مخصوصیت سے عاری ہے ...."

—— اجازت ہو تو ہم اتنی بات کہیں کہ اس مسئلہ میں سمجھ میں آنے اور سوچنے کا تو کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا! سوچنے کا حق صرف اُن حکام کے لئے محفوظ ہے جو اپنی آسانیاں سوچتے ہیں اور سمجھ میں آنے کا عمل اُن بدنصیبوں کے لئے کافی ہے جو صرف اس بنا پر ملازمت سے نکالے جائیں گے کہ وہ تین مہینے کی طویل (!) مدت میں بھی انگریزی زبان نہ سیکھ سکے اور نالائق ثابت ہوئے! معلوم نہیں اخباروں کے اڈیٹروں میں یہ کیا عیب پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ ایسی باتوں کو سوچنے لگتے ہیں جہاں سوچنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی! اور غضب تو یہ ہے کہ جب کوئی موثر دلیل ہاتھ نہیں آتی تو "جمہوریت" کا ذکر کرنے لگتے ہیں! زبان کے مسئلہ کی "جمہوری" نوعیت سے انہیں ذرا کچھ زیادہ واقف ہونا چاہئے! —— یہ بہت ہی "باریک" بات ہے!!

"گیا۔ آج بہار ہندی ساہتیہ سمیلن کے اکیسویں سالانہ جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے ہندی کے ماہر اور حکومت بہار کے ماہر تعلیم مسٹر لکشمی نرائن نے کہا کہ سمیلن کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ہندی زبان اور ادب کو وسعت دینے کے لئے جدوجہد کرے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جب سے ہندی کو قومی زبان تسلیم کر لیا گیا ہے تب سے ہماری ذمہ داریوں میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اب ہمیں یہ ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ ہندی زبان صرف ہماری ملکیت نہیں بلکہ اس پر ساری قوم کا حق ہے۔ مسٹر نرائن نے ہندی کے دیوناگری رسم الخط پر اظہار رائے کرتے ہوئے کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ رسم الخط کو زیادہ سے زیادہ آسان بنا کر سائنٹفک بنایا جائے تاکہ زبان کی ترقی کی راہ میں حائل نہ ہوں۔"

—— وہ دن مبارک ہوگا جب زبان کی تحریکوں کے نیتا اس بات کو سمجھ لیں کہ "ہندی زبان صرف ہماری ملکیت نہیں بلکہ اس پر ساری قوم کا حق ہے" —— "ساری قوم" میں بلاشبہ اُردو زبان کے بھی تمام وہ پریمی شامل ہیں جنہیں یہ شکایت ہے کہ ہندی پر "ساری قوم" کا حق تسلیم نہیں کیا جاتا!۔

ایک معاصر نے حسب ذیل خبر شائع کی ہے:۔

شعر و ادب کے بڑھتے ہوئے شوق کے باعث عام لوگوں نے اسے بازیچۂ اطفال سمجھنا شروع کر دیا ہے اور فن سے ناواقفیت کی بنا پر مبتدیوں نے شعر و ادب کا معیار گھٹا دیا ہے۔ اس کی روک تھام کے لئے بمبئی کے چند باذوق حضرات نے روزنامہ "اردو" کے مدیر جناب .... کی سرکردگی میں ایک ادبی ادارہ "حلقۂ عشاق" کے نام سے قائم کیا ہے جس میں شامل ہونے والوں کو ادبی معیار سے متعلق مشورے دیے جائیں گے اور فن عروض سے آگاہ کیا جائے گا۔ بشرط اجازت اصلاح کی بھی کوشش کی جائے گی۔ سردست حلقۂ عشاق کی داخلہ فیس ایک روپیہ رکھی گئی ہے۔ اور ماہوار ممبری فیس دو روپے رکھی گئی ہے۔ ضرورت مند اصحاب کے لئے یہ مفید موقع ہے۔

حلقہ کے خالص شاعرانہ نام کو دیکھتے ہوئے تو ایک روپیہ یا دو روپیہ فیس کچھ بھی نہیں!

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز!

چند اور کتابیں

اس عنوان سے ۵ اپریل ۱۹۵۰ء کے پرچے میں صفحہ کے پہلے کالم میں جن کتابوں پر "اشارات" شائع ہوئے ہیں۔ اُن میں سے چند کتابوں کی قیمت اور ملنے کا پتہ سہو کتابت سے رہ گیا ہے ناظرین نوٹ فرمالیں۔

نورالرحمان کی قیمت مجلد ۳ روپے اور ملنے کا پتہ یہ ہے
اُردو بک ڈپو۔ بچھرایوں۔ ضلع مرادآباد

اسلام کا پریچیہ۔ رحمت العالمین۔ ہندی ماسٹر اوّل، دوم سوم اور ہندی اُردو لغت کے ملنے کا پتہ یہ ہے ادارہ اسلامی ساہتیہ۔ رام نگر بنارس اسٹیٹ۔

ڈوب جاتے ہیں

(نقش صحرائی)

ہمیں طوفان و ساحل کے مسائل میں نہ اُلجھاؤ
یہ طوفان بیٹھ جاتے ہیں یہ ساحل ڈوب جاتے ہیں
دماغوں کے اُلجھ جانے سے اُلجھن مٹ نہیں سکتی
مقام فکر تو وہ ہے جہاں دل ڈوب جاتے ہیں

محبت کے تلاطم خیز دھاروں کی روانی میں
سفینہ ہائے اہل کذب و باطل ڈوب جاتے ہیں
عجب بحر سیاست ہے کہ جس میں ناخدا اکثر
کنارے جا پہنچتے ہیں مسائل ڈوب جاتے ہیں

اپنے دیس کی خبریں

لکھنؤ ۲ رمئی۔ گزشتہ اتوار کی رات میں سنی وقف بورڈ کے اہتمام ایک شاندار مشاعرہ راجہ صاحب محمودآباد کی صدارت میں منعقد ہوا مشاعرہ کا افتتاح آنریبل حافظ محمد ابراہیم نے کیا مشاعرہ میں لکھنؤ کانپور کے علاوہ بیرونی مشاہیر شعرا بھی شریک ہوئے۔ مخصوصین میں حضرت جگر مرادآبادی، روش صدیقی، یاس یگانہ چنگیزی، قدیر لکھنوی۔ کلب احمد آغا جاسی۔ نشور واحدی۔ ندرت کانپوری۔ راجہ امیر احمد خان آف محمودآباد۔ مشاعرہ کی پرلطف صحبت ۵ بجے رات تک جاری رہی مشاعرہ گاہ کو خوبصورت بجلی کے قمقموں سے آراستہ کیا گیا تھا۔

انجمن کا پہلا جلسہ عام

ابتدائی مسائل کی اُلجھنوں کو سلجھانے کے بعد پہلی ضرورت یہ تھی کہ انجمن کے اراکین کا ایک جلسہ عام اُن اغراض و مقاصد کی توثیق کر دے جن کو انجمن کے صدر اور سکریٹری نے اس ادارہ کے دور جدید کی کامیابی کے لئے ضروری سمجھا تھا۔ ملک کے بعض گوشوں میں انجمن کے بنیادی اغراض کے متعلق بعض تردّدات اور شبہات کا بھی اظہار کیا جا رہا تھا۔ لہٰذا اغراض و مقاصد اور پالیسی کی ذمہ داری سے عہدہ داران کو سبکدوش کرنے کے لئے بھی ضروری تھا کہ ایک دفعہ انجمن کے دور جدید کے اغراض و مقاصد کا صاف صاف تعین کر دیا جائے جلسہ میں مختلف نقطہ نظر رکھنے والے اصحاب موجود تھے لیکن تبادلہ خیالات کے بعد اور بدلے ہوئے حالات کے تقاضوں کا صحیح اندازہ کرکے ممبران نے تمام فیصلے کامل اتفاق رائے کے ساتھ کئے۔ انجمن کے بنیادی مقاصد اور اصول کار میں کوئی ایسا تغیر نہیں کیا گیا جسے انقلابی کہا جائے البتہ اکثر ممبران کا رجحان اس طرف تھا کہ اردو زبان کی علمی اور ادبی تشکیل کی ترقی اور حفاظت کے ساتھ ہی انجمن کو اس کی آسان اور زیادہ عام فہم صورت کو بھی عوام میں مقبول بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ نیز اردو زبان کی آسان اور سلیس صورت کو ایسے لوگوں تک پہنچانے کے لئے جن کی مادری زبان اُردو نہیں ہے، ہمیں اپنی کچھ مطبوعات دیوناگری اور دوسری زبانوں کے رسم الخط میں بھی شائع کرنی چاہئیں جن حضرات نے اس مسئلہ پر غور کیا ان میں ہر زاویہ نظر کے نمائندے موجود تھے۔ شرکا جلسہ کی فہرست حسب ذیل ہے :۔

ڈاکٹر ذاکر حسین خاں۔ وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی۔
ڈاکٹر عبدالستار صدیقی۔ الہ آباد یونیورسٹی
سید مسعود حسن رضوی صاحب۔ لکھنؤ یونیورسٹی
پنڈت کشن پرشاد کول صاحب۔ لکھنؤ۔
ڈاکٹر عابد حسین۔ جامعہ ملیہ

مولانا عبدالماجد صاحب - دریابادی

رشید احمد صدیقی صاحب - مسلم یونیورسٹی

پنڈت آنند نراین ملا صاحب - لکھنؤ

آل احمد سرور صاحب - لکھنؤ یونیورسٹی

پنڈت سندر لال صاحب - نئی دہلی

ڈاکٹر سلیم الزماں -

پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی صاحب - دہلی

قاضی عبدالغفار - جنرل سکرٹری

سکرٹری نے اپنی رپورٹ میں اس وقت کے حالات کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا اور اس رپورٹ نے تمام ممبران کے سامنے انجمن کی ایک ایسی تصویر پیش کر دی جس کو پیش نظر رکھ کر انجمن کے کاموں کا پروگرام مرتب کرنا ممبران کے لئے آسان ہو گیا۔ سکرٹری کی رپورٹ منظور کی گئی۔

اس کے بعد حسب ذیل عہدہ داران بہ اتفاق رائے تین سال کے لئے منتخب کئے گئے:-

صدر - ڈاکٹر ذاکر حسین خاں

نائب صدر - ڈاکٹر عبدالستار صدیقی

" پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی صاحب

انجمن کی ایک مجلس عاملہ اور دو کمیٹیاں (فینانس کمیٹی اور علمی کمیٹی) بھی منتخب کر لی گئیں آخر میں اُن حالات پر گفتگو ہوئی جن کے تحت اتر پردیش اور بعض دوسرے صوبوں کے مدارس میں اُردو زبان کی تعلیم کے دروازے بند ہوتے جا رہے ہیں۔

انجمن نے طے کیا کہ ایک سب کمیٹی فوراً اُن حالات کا جائزہ لے اور اس امر کے متعلق کہ انجمن کو کیا کارروائی کرنی چاہئے اپنی تجاویز بہت جلد پیش کرے۔ سب کمیٹی کے حسب ذیل ممبران منتخب کئے گئے۔

سید مسعود حسن رضوی صاحب

پنڈت کشن پرشاد کول صاحب

آل احمد سرور صاحب

اور سب کمیٹی کو اختیار دیا گیا کہ وہ اگر اور ممبران کا اضافہ کرنا چاہئے تو کرے۔

انجمن کے دور جدید کے اس پہلے جلسے کے بعد اب انجمن کے عہدہ داران کے سامنے کام کرنے کا راستہ صاف ہے۔ مجلس عاملہ میں ہر زاویہ نظر کے نمایندے موجود ہیں اُن کے مشورے سے عہدہ داران کا کام ہر سمت میں آسان ہو جائیگا غرض یہ کہ یکم مئی کے جلسے کے بعد اب انجمن کے کام کو ایک معینہ نقشہ کے تحت تمام ملک میں پھیلایا جا سکے گا۔ اور ظاہر ہے کہ پہلا کام یہی ہوگا کہ مختلف مرکزی مقامات پر انجمن کی شاخیں قایم کی جائیں۔ اس کام کے لئے مقامی کارکنوں کو کمربستہ ہو جانا چاہئے۔ شاخوں کے قواعد وضوابط عنقریب اُن کے پاس بھیجے جائیں گے۔

سوچنے اور سمجھنے والوں کے لئے

"ہماری زبان" میں اُردو کی تحریک کے متعلق جو اطلاعیں شائع ہو رہی ہیں اُن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ملک میں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو بھائی بھی اُردو ادب کی خدمت کر رہے ہیں اور کرنا چاہتے ہیں۔ مختلف مقامات پر انجمن کی جو شاخیں قایم ہو رہی ہیں اور ادارے بن رہے ہیں اُن میں اکثر ہندو مسلمانوں کے ملے جلے نام نظر آتے ہیں اور بعض مقامات پر تو جہاں مسلمان نہیں ہیں یا بہت کم ہیں) ایسے اداروں کے تمام عہدہ دار ہندو اور سکھ نظر آتے ہیں۔ آخر اس کے کچھ معنے ہیں یا نہیں؟ سوچنے اور سمجھنے والوں کے لئے تو اس کے ایک ہی معنے ہیں اور وہ یہ کہ اُردو اور ہندستانی زبان سے جو لوگ وابستہ ہیں وہ اُس کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔

(اُردو کا ایک پریمی)

ہمارے احباب

اور اُردو کے حامی جنھوں نے ہماری زبان کی اشاعت بڑھانے میں حصہ لیا ہے اور اپنے احباب سے چندے منی آرڈر سے بھجوائے ہیں اور بھجواتے رہتے ہیں ان کے اسمائے گرامی مارچ ۱۹۵۰ء کے ہماری زبان میں شائع ہو چکے ہیں۔ مگر اُردو کے حامیوں کی یہ رفتار سست ہے۔ جو لوگ اُردو کی ترقی اور حفاظت چاہتے ہیں وہ "ہماری زبان" کی اشاعت

بڑھانے کے لئے زیادہ نہیں صرف ایک خریدار کا سالانہ چندہ دو روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں تو بہت جلد ہماری زبان کی اشاعت لاکھوں تک پہنچ سکتی ہے اور ہم اپنے اس پروگرام کو کامیاب بنا سکتے ہیں جو اُردو کی ترقی اور حفاظت کے سلسلے میں ہمارے سامنے ہے۔

اُردو کے حامی ہر جگہ موجود ہیں اور برابر اُردو کی ترقی اور حفاظت کا کام کر رہے ہیں۔

جنوبی افریقہ سے ہمارے لائق دوست حسن خاں نے لکھا ہے "دس شلنگ کا پوسٹل آرڈر ملفوف ہے۔ اخبار ہماری زبان جاری کر دیجئے۔

گو ہم دور دراز ملک میں رہتے ہیں۔ مگر اُردو سے ہمیں اُنس ہے۔ جنوبی افریقہ اب ہمارا وطن ہو چکا ہے۔ اسّی فی صدی ہندی یہاں کے پیدائشی ہیں۔ مسلمان بچے انگریزی اسکولوں سے آ کر ہر روز ہندستانی سیکھنے کے لئے مدرسہ جایا کرتے ہیں۔ ساری یونین میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے جہاں ہندستانی مدرسہ نہ ہو۔

"ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندستان ہمارا"

یہ خط ہندستان کے حامیانِ اُردو کے لئے خصوصیت کے ساتھ قابلِ توجہ ہے۔

امید ہے کہ ہماری اس اپیل پر حامیانِ اُردو غور کریں گے اور ایک ایک خریدار کا سالانہ چندہ دو روپے بذریعہ منی آرڈر جنرل سکریٹری انجمن ترقی اُردو ہند کے نام بھجوا دیں گے۔

"اُردو" انجمن کا سہ ماہی رسالہ بھی جس کے تنقیدی اور محققانہ مضامین خاص امتیاز رکھتے ہیں اپنی روایتی خصوصیات کے ساتھ "اُردو ادب" کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ قیمت سالانہ محصول ڈاک وغیرہ ملا کر دس روپئے اور ایک پرچے کی قیمت ڈھائی روپئے رکھی گئی ہے۔ جو لوگ رسالہ اُردو کے خریدار رہ چکے ہیں ان میں بہت سے ایسے اصحاب بھی ہوں گے جن کے پتے بدل چکے ہوں گے۔ ایسے صاحبوں کو خصوصیت کے ساتھ توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کے صحیح پتوں پر رسالہ بھیجا جائے۔

انجمن کی سب ذیل کتابیں زیر طبع ہیں۔

مہاتما گاندھی اور زبان کا مسئلہ۔

"پرچھائیں" از آصف علی صاحب (گورنر اڑیسہ)

حیات حکیم اجمل خاں از قاضی عبدالغفار

حیات سید احمد خاں از نور الرحمن صاحب

حیات و کلام حالی از بیگم عابد حسین۔

اُردو ہندی ڈکشنری۔

خادم خیر پوری مددگار معتمد

اپنے دیس کی خبریں

انجمن ترقی اُردو حیدرآباد

معتمد صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ۳۰ر اپریل کو انجمن کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ ہوا جس میں انجمن کے موجودہ قواعد پر غور کیا گیا اور کئی ایک ترمیمیں منظور کی گئیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو لوگ سالانہ بارہ روپے دے کر انجمن کے رکن نہیں بن سکتے انہیں تین روپے سالانہ ادا کرنے پر انجمن کا رفیق بنایا جائے۔ مقصد یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد کو انجمن کے ساتھ عملی ہمدردی کرنے کا موقع ملے۔

انجمن کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ شہر حیدرآباد میں اُردو زبان کا ایک مرکزی کتب خانہ قایم کیا جائے اس سلسلے میں فوراً ضروری تدبیریں اختیار کرنے کا انجمن نے فیصلہ کر لیا ہے۔ انجمن کے پاس سرمایہ نہ ہونے سے ظاہر ہے کہ اس کام میں دشواریاں پیش آئیں گی۔ پھر بھی کارکنوں نے ہمت کر کے کتابیں جمع کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔ انھیں اُردو زبان کے ہمدردوں سے توقع ہے کہ وہ تحفتاً کتابیں دے کر اس کام میں انجمن کی مدد کریں گے۔

اردو املا اور لکھنے کے قاعدوں میں اصلاح کی بعض تجویزیں بھی انجمن نے مرتب کر لی ہیں جو بہت جلد شائع کی جائیں گی توقع کی جا رہی ہے کہ اگر اردو لکھنے والے ان اصلاحوں کو قبول کر لیں اور ان پر عمل کریں تو پھر زبان کی یک رنگی اور یکسانی کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ باقی نہ رہے گا۔

مونگیر

حلقۂ ادب مونگیر کے زیر اہتمام یوم اقبال انجمن پبلک ہال مونگیر میں نہایت شاندار طریقہ میں منایا گیا۔

اس کی صدارت حکیم خلیل صاحب صدر ضلع جلی کانفرنس نے کی جلسہ ۸ بجے شام سے شروع ہوا اور دس بجے شب تک بحسن و خوبی ختم ہوا۔

شرکار جلسہ میں مولانا حسین احمد نیازی لیڈر ضلع جمعیۃ العلماء جناب شبیر صاحب حکیم باقر حسن رضوی صاحب، جناب شمس لیاری صاحب شمس پیشعراء مخصوص و ممتاز تھے جناب عاشق صاحب سکریٹری انجمن جناب عبدالقدیر صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ اسکول و جناب عبدالمجید صاحب تخی جناب ایوب صاحب کے علاوہ دیگر ادیب و شعرا بھی حاضر جلسہ تھے۔

جناب محیط صاحب نے ایک نظم "یاد اقبال" پڑھی۔

کورٹیہ ۲۱ر اپریل کی شب میں بزم ادب کورٹیہ کی طرف سے نہایت شاندار بزم اقبال منایا گیا تقریباً ایک ہزار کے قریب شائقین ادب کا اجتماع تھا۔ ابوالکلام صاحب نے اقبال کا ترانہ پیش کیا نیز عبدالحمید خاں نیرد۔ عبدالغنی خاں مسعود خاں۔ رضا کریم شمسی۔ وصی الحسن بلگرامی۔ الف شا آبادی، ابوالکلام نشتر کلکتوی۔ عبدالواحد خاں۔ خان حامد خاں۔ میر محمد نظیر الدین وغیرہ وغیرہ نے ایجنڈا کے مطابق اپنے منثور اور منظوم کلام پیش کئے بعدہٗ سکریٹری بزم ادب نے اپنی گذشتہ نشستوں پر روشنی ڈالتے ہوئے حاضرین کا شکریہ ادا کیا صدر مجلس سید ابو محمد بلگرامی صاحب زمیندار کورٹیہ نے عام لوگوں کو مخاطب کیا۔

مئو ناتھ بھنجن ۲۰ر اپریل سنہ ۵۱ء کو انجمن ترقی ادب کا ماہانہ ادبی مجلس کا اجلاس جناب امرناتھ سری واستوا صاحب اختر کے دولتکدہ پر ہوا مجلس کی صدارت جناب عبدالرشید صاحب وارثی نے فرمائی۔ شبیر احمد انصاری ایک تنقیدی مقالہ بعنوان "موجودہ دور میں غزل گوئی" پڑھا جو بہت پسند کیا گیا۔ تقریباً بیس شعراء نے شرکت کی جس میں اثر وارثی اور سرون کمار صاحب زخمی کے کلام کو بہت پسند کیا گیا۔ آخر میں جناب صدر وارثی صاحب نے چند قطعے اور ایک غزل کے چند اشعار سنائے۔

بنارس بنارس ۳۰ر اپریل مقامی انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام آج بوقت ۱۱ بجے دن حضرت نذیر بنارسی کے دولتکدہ پر ایک ادبی اجتماع ہوا۔ ہندی کے ادیبوں نے بھی شرکت کی۔

ہندی شاعر ادھیر جی نے گیت اور ہندی افسانہ نگار کنور جیوتی شنکر نے ایک کہانی "آدمی" سنائی۔ حضرت نذیر۔ حضرت صوفی اور سعید اختر صاحب نے نظمیں سنائیں۔ ڈاکٹر عبدالعلیم سرور نے رام لعل کے افسانوی مجموعہ "جو عورت ننگی ہے" پر ایک تنقید (زیر تکمیل) سنائی ظفر الاسلام صاحب نے قطعات سنائے اور رام لعل صاحب نے ایک افسانہ "طویل لمحے" سنایا۔

اودگیر۔ دکن اودگیر میں انجمن ترقی اردو کل ہند کی شاخ ایک عرصہ سے قائم ہے جس کے تحت مدرسہ دارالمطالعہ بھی چل رہا تھا۔ کتب خانہ میں کافی اور بہترین کتب کا ذخیرہ موجود تھا۔

دفتر دارالمطالعہ وسط آبادی میں ایک قدیم دو منزلہ عمارت چوبارہ کی بالائی منزل میں قائم تھے۔ پولس ایکشن کے انتشاری دور میں اس کے کاروبار بھی متاثر ہوئے بہترین کتب ضائع ہوگئیں۔ فرنیچر اور سامان کا کچھ حصہ چلا گیا کچھ باقی رہا۔ جس کو مسٹر ہومیشیا صاحب ٹاؤن سکریٹری کانگریس نے آیندہ تلف ہونے سے بچانے کے لئے محفوظ و مقفل کرکے مولوی یوسف علی خاں کے تحویل میں دیدیا۔ مگر اب تک کاروبار جاری نہ ہو سکا تھا۔

اس لئے آیندہ کاروبار جاری کرنے کے متعلق بتاریخ ۲۳ر اپریل سنہ ۵۱ء انجمن کے ارکان عام کا جلسہ زیر صدارت مسٹر اپا صاحب وکیل و سکریٹری کانگریس اودگیر منعقد ہوا۔ جس میں طے پایا کہ انجمن کا کاروبار جاری کیا جائے اور اندرون ایک ہفتہ سامان و کتب و اثاثہ انجمن کی فہرست مکمل کرلی جائے۔

معتمد انجمن سید عبدالرحمن قادری کی درخواست سبکدوشی عہدہ معتمدی کو نامنظور کرکے بدستور معتمدی کا کام انجام دینے کے متعلق متفقہ آراء سے تصفیہ کرکے باتفاق آرا مولوی محمد یوسف علی خاں کو شریک معتمد منتخب کیا گیا۔

انجمن کے طریق کار و اغراض و مقاصد کی تبدیلی و انتخاب صدارت وغیرہ دیگر مسائل پر آیندہ غور کیا جائے گا۔

(نامہ نگار)

"آثارِ ابوالکلام آزاد"

(از قاضی عبد الغفار)

حضرت مولانا آزاد کی علمی زندگی اُن کی نفسیاتی زندگی سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ جس وقت اس کتاب کی ترتیب کا خیال آیا تھا تو مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ حضرت مولانا کی شخصیت کا خود اُن کے ادب کے آئینہ میں جو عکس نظر آتا ہے اُسے پیش کیا جائے لیکن پبلشرس کے اصرار پر اس ادبی تبصرہ میں سوانح عمری کے ایک باب کا بھی اضافہ کرنا پڑا۔

بہرحال کتاب کی روح اُس کا وہی حصہ ہے جس میں حضرت مولانا کے ادب آئینہ میں اُن کی جینیس کے عکس کو پکڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اُردو زبان کے ادب میں اس قسم کا "مطالعہ" بہت ہی کم لکھا گیا ہے۔

قیمت چھ روپیہ

مہتمم انجمن ترقی اُردو۔ علی گڑھ

آصف علی صاحب (مرحوم)

کے ادبی افکار کا ایک عکس جس میں زندگی کے فلسفہ کا ایک رخ بہت ہی دلپذیر انداز سے پیش کیا گیا ہے۔

"پرچھائیں"

کے صفحات پر دیکھئے۔ یہ اپنی قسم کی پہلی ادبی تصنیف ہے جسے انجمن ترقی اُردو نے کتابت کی بہترین طباعت میں پیش کیا ہے۔ اُردو زبان کی ترقی کے لئے انجمن کے دورِ جدید کا یہ پہلا نقش ہے۔

قیمت فی جلد چار روپیہ

مہتمم انجمن ترقی اُردو (ہند)۔ علی گڑھ

انجمن ترقی اُردو (ہند)

کا سہ ماہی رسالہ

اُردو ادب

(ایڈیٹر آل احمد سرور)

۱۵ اپریل میں شائع ہوگا

انجمن کے دورِ جدید کی یہ پہلی اشاعت ہوگی۔ سابق خریدار اور اُردو نثر سے ذوق رکھنے والے ہر حال اسے پڑھیں اور دیکھیں کہ انجمن کس طرح اپنے ادب کو آزاد ہندوستان کی زندگی کے سانچے میں ڈھالنا چاہتی ہے۔

قیمت سالانہ دس روپیہ

فی پرچہ ڈھائی روپیہ

مہتمم۔ انجمن ترقی اُردو (ہند)۔ علی گڑھ

"اُردو ادب"

(۱) انجمن ترقی اُردو کا یہ سہ ماہی رسالہ جنوری، اپریل، جولائی اور اکتوبر میں شائع ہوتا ہے۔

(۲) یہ خالص ادبی رسالہ ہے جس میں زبان اور ادب کے ہر پہلو پر بحث ہوتی ہے۔ حجم کم از کم سو سوا سو صفحات ہوتا ہے۔

(۳) قیمت سالانہ دس روپیہ۔ فی پرچہ ڈھائی روپیہ

(۴) مضامین کے متعلق آل احمد سرور صاحب، شعبۂ اُردو لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ سے خط و کتابت کی جائے اور خریداری اور دیگر انتظامی امور کے متعلق مہتمم انجمن ترقی اُردو علی گڑھ کو لکھنا چاہیے۔

نرخنامہ اُجرت اشتہارات

	ایک بار	چار بار
دو کالم یعنی پورا ایک صفحہ	۱۹ روپیہ	۶۰ روپیہ
ایک کالم (آدھا صفحہ)	۱۰ روپیہ	۳۴ روپیہ
نصف کالم (چوتھائی صفحہ)	۵ روپیہ	۱۸ روپیہ

اُجرت بہرحال پیشگی وصول کی جائے گی۔
مہتمم کو حق ہوگا کہ سبب بتائے بغیر کسی اشتہار کو درج کرنے سے انکار کردے۔
غیر مہذب اشتہارات شائع نہیں کئے جائیں گے

مہتمم۔ انجمن ترقی اُردو (ہند)۔ علی گڑھ

نرخنامہ اشتہارات

	فی اشاعت	۳ ماہ	۶ ماہ	ایک سال
⅛ صفحہ	۴/۸	۲۵/-	۴۵/-	۵۰/-
¼ صفحہ	۷/-	۴۰/-	۷۵/-	۱۳۰/-
½ صفحہ	۱۲/-	۶۰/-	۱۰۰/-	۱۷۵/-
پورا صفحہ	۲۰/-	۱۰۰/-	۱۷۵/-	۳۰۰/-

پہلے صفحہ پر نام کے دونوں طرف جو جدولیں ہیں ان کا نرخ فی جدول فی اشاعت دس روپیہ ہوگا

مہتمم "ہماری زبان" انجمن ترقی اُردو (ہند)

باہتمام ... حسین عزیزی منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں چھپا اور قاضی عبد الغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اُردو علی گڑھ سے شائع کیا۔